مولانا محمد انیس رشید صاحب

اردن

"عالم ناتمام" کے تحت اسلامی ممالک میں سے کسی ایک ملک کا تعارف پیش کیا جاتا ہے جس میں اس کے ماضی، حال اور مستقبل پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔ اس بار "اردن" کا تعارف ہدیۂ ناظرین ہے۔ (ادارہ)

اردن جنوب مغربی ایشیا کی ایک اہم سلطنت ہے، اس کے شمال میں شام، مشرق میں عراق اور سعودی عرب، جنوب میں سعودی عرب اور بحیرہ قلزم، مغرب میں اسرائیل واقع ہیں، اردن کا رقبہ ۸۹۲۱۳ مربع کلو میٹر ہے، جبکہ اس کی آبادی اس وقت پچاس لاکھ کے قریب ہے۔

اردن مجموعی طور پر ایک گرم خشک ریگستانی ملک ہے، اس کے عریاں پتھریلے پہاڑ اور چٹیل میدان ایک ہولناک منظر پیش کرتے ہیں، اگرچہ اس کے بعض علاقے نہایت سرسبز و شاداب اور باغات کے علاوہ سبز پوش وادیوں پر بھی مشتمل ہیں، اردن کو شمال سے جنوب تک ایک شگافی وادی دو حصوں میں منقسم کرتی ہے، دریائے اردن اسی شگافی وادی سے ہو کر بہتا ہے، اردن ندی ملک کو دو حصوں میں تقسیم کرتی ہے یعنی مشرقی اردن اور مغربی اردن۔ ۱۹۶۷ء کی عرب اسرائیل جنگ کے بعد سے مغربی اردن پر اسرائیل کا غاصبانہ قبضہ ہے۔

۶۳۶ء میں تیس ہزار اسلامی فوج نے دریائے یرموک کے کنارے بازنطینی سلطنت کے شہنشاہ ہرقل کے ڈھائی لاکھ کے لشکر جرار کو شکست دی، تو یہ علاقہ اسلام اور ایمان کے نور سے منور ہو گیا، یہ زمانہ خلیفہ اول حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ کا زمانہ خلافت تھا، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے چودہ ہجری ۶۳۶ھ میں پورے اردن کو فتح کر لیا تھا، چند شہر بعد میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ نے فتح کیے تھے۔ اسی زمانہ سے یہ علاقہ ایک صوبہ کے درجہ میں تھا۔ ترکی خلافت کے زمانہ میں بھی یہ اسلامی حکومت کا ایک چھوٹا سا صوبہ بلکہ ایک ڈویژن تھا، اردن، شام، لبنان اور فلسطین جو آج چار خود مختار ملک ہیں، یہ چاروں مل کر شام کہلاتے تھے، جو اسلامی حکومت کا ایک صوبہ تھا۔ مغربی ملکوں کی سازش سے شام چار حصوں میں تقسیم ہوا، پہلی جنگ عظیم کے بعد اردن ترکی خلافت سے الگ ہوا اور ۱۹۴۶ء میں موجودہ شاہی خاندان نے "المملكة الهاشمية الاردنية" کے نام سے اپنی بادشاہت قائم کی۔

اردن کی آب و ہوا پر بحیرہ روم کا کافی اثر پڑا ہے۔ یہاں گرمی کے موسم میں شدید گرمی پڑتی ہے اور سردی کا موسم معتدل رہتا ہے۔ بارش بھی بحیرہ روم سے آنے والے متعدد سائیکلون سے ہوتی ہے۔ گرمی کے موسم میں عمان شہر کا دن کا درجہ حرارت ۴۵ ڈگری سنٹی گریڈ کو پار کر جاتا ہے اور رات میں گھٹ کر ۲۵ سنٹی گریڈ کے آس پاس رہتا ہے۔ ماہ جنوری کا اوسط درجہ حرارت ۱۰ سنٹی گریڈ رہتا ہے۔ اس طرح سردی گرمی، دن رات کے درجہ حرارت میں بھاری فرق رہتا ہے۔

اردن کی بیشتر آبادی عربی النسل ہے، اسی لیے یہاں کی قومی زبان عربی ہے۔ یہاں کی شرح خواندگی اسّی فیصد ہے۔ لوگوں میں تہذیب، شائستگی اور خوش اخلاقی نمایاں محسوس ہوتی ہے۔ عوام کو سرکاری دفتروں میں رشوت، بد نظمی یا کام چوری کی شکایت نہیں، جو شخص بھی اپنا کوئی جائز کام دفتروں میں لے کر جائے، وہ بآسانی اپنا مقصد حاصل کر لیتا ہے، جرائم بھی بہت کم ہیں اور بحیثیت مجموعی امن و امان کی فضا ہے، لوگوں میں خوش اخلاقی اور نرم خوئی اتنی عام ہے کہ کسی بھی شخص سے بات کر کے دل خوش ہو جاتا ہے، لوگوں میں خوش اخلاقی کا یہ بلند معیار دوسرے عرب ملکوں میں نہیں پایا جاتا ہے، ایک اجنبی اگر راستے پر جاتے ہوئے کسی جگہ ٹھٹکے تو ہر راہ گیر رک کر اس سے دریافت کرتا ہے کہ اسے کسی مدد کی ضرورت تو نہیں۔

اردن بری طرح امریکی شکنجے میں پھنسا ہوا ہے، یہاں امریکی اثرات روز افزوں ہیں اور ان کی وجہ سے دینی فضا بھی روبہ زوال ہے، ذرائع ابلاغ سے عریانی و فحاشی کے پرچار پر کوئی قدغن نہیں ہے۔ انتہائی عریاں اور مخرب اخلاق فلموں کی نمائش ٹی وی کے روزمرہ کے معمول

میں داخل ہے اور اسی لحاظ سے معاشرہ تیزی سے اخلاقی ابتری کی طرف جارہا ہے۔ عریانی وفحاشی اور شراب نوشی کی وبائیں ملک کے بااثر پڑھے لکھے اور دولت مند حلقوں میں تیزی سے پھیل رہی ہیں۔

اردن کا دارالحکومت عمان ہے اور ایک درجن سے زائد پہاڑوں پر اور ان کے دامن میں واقع ہے۔ ان میں سے سات پہاڑ زیادہ بڑے اور نمایاں ہیں اور شہر کو سات بڑے محلوں میں تقسیم کرتے ہیں، پہاڑوں اور ان کی وادیوں میں آباد ہونے کی بنا پر شہر میں نشیب وفراز بہت زیادہ ہیں اور ان کی بنا پر شہر میں ایک منفرد حسن پیدا ہو گیا ہے۔ شہر کی دوسری خصوصیت یہ ہے کہ شہر کی تقریباً تمام عمارتیں ایک ہی رنگ کے پتھر کی بنائی ہوئی ہیں، یہ ایک ہلکا سرمئی مائل سفید پتھر ہے جو اردن ہی سے نکلتا ہے اور بیشتر تعمیرات میں وہی استعمال ہوتا ہے، اسی طرح شہر کی عمارتوں میں ایک دلآویز یک رنگی نظر آتی ہے۔

اردن کا محل وقوع کچھ اس طرح ہے کہ اس کے مغرب میں فلسطین اور بیت المقدس واقع ہیں جو آج کل ہماری شامت اعمال سے اسرائیل کے قبضے میں ہیں اور دریائے اردن کے مغربی کنارے کے پیچھے تمام تر پہاڑی علاقہ ہے، دوسری طرف مشرق میں بھی پہاڑی علاقے ہیں، ان دونوں پہاڑی علاقوں کے درمیان ایک درمیانی علاقہ شمالاً جنوباً چلا گیا ہے جو دریائے اردن کے مشرقی کنارے پر واقع ہے اور بڑا زرخیز علاقہ ہے، اس علاقے کو ''اغوار'' کہا جاتا ہے اور یہاں متعدد صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے مزارات اور تاریخی مقامات واقع ہیں۔

ایک جگہ حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کا مزار واقع ہے، آپ کا یہ مزار ایک مسجد کے احاطہ میں واقع ہے اس مسجد کا نام بھی 'مسجد ابی عبیدہ بن الجراح'' ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں شام کی مہمات حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ہی کے سپرد کی تھی، چنانچہ اردن، شام کا بیشتر علاقہ آپ ہی کے مبارک ہاتھوں پر فتح ہوا، اس علاقہ کے فتح ہونے کے بعد شام کی گورنری کے لیے بھی آپ ہی کو منتخب کیا گیا، جیسا کہ ذکر کیا گیا کہ اُس وقت اردن شام کا ایک چھوٹا سا حصہ ہوا کرتا تھا، جن دنوں آپ اس وسیع وعریض خطہ کے گورنر تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ شام کے دورے پر تشریف لائے، ایک دن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ''مجھے اپنے گھر لے چلیے'' حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: 'آپ میرے گھر میں کیا کریں گے؟ وہاں آپ کو شاید میری حالت پر آنکھیں نچوڑنے کے سوا کچھ حاصل نہ ہو؟'' لیکن جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اصرار فرمایا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ انہیں اپنے گھر لے گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ گھر میں داخل ہوئے تو وہاں کوئی سامان ہی نظر نہ آیا، گھر ہر قسم کے سامان سے خالی تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حیران ہو کر پوچھا: ''آپ امیر شام ہیں، آپ کے پاس کھانے کی بھی کوئی چیز ہے؟'' یہ سن کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ ایک طاق کی طرف بڑھے اور وہاں سے روٹی کے کچھ ٹکڑے اٹھالائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دیکھا تو رو پڑے۔ حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''امیر المومنین! میں نے تو پہلے ہی آپ سے کہا تھا کہ آپ میری حالت پر آنکھیں نچوڑیں گے، بات دراصل یہ ہے کہ انسان کے لیے اتنا اثاثہ کافی ہے جو اسے اپنی خوابگاہ (قبر) تک پہنچادے۔'' حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''ابو عبیدہ! دنیا نے ہم سب کو بدل دیا، مگر تمہیں نہیں بدل سکی۔''

جب اردن اور شام میں وہ تاریخی طاعون پھیلا جس میں ہزاروں لوگ لقمہ اجل بنے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں طاعون سے بچانے کی غرض سے مدینہ منورہ بلانا چاہا تو حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے طاعون زدہ علاقے سے جانے سے انکار کر دیا اور اسی طاعون کے مرض میں مبتلا ہو کر آپ نے وفات پائی۔ اردن میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے علاوہ ضرار بن ازور رضی اللہ عنہ، حضرت شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے مزار بھی ہیں، اسی طرح مشہور ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام اور حضرت یوشع علیہ السلام کے مزار بھی یہیں واقع ہیں۔

معروف سمندر بحرمیت بھی اردن میں ہے، یہ چھوٹا سا سمندر اپنی تاریخی اور جغرافیائی خصوصیات کے لحاظ سے دنیا بھر میں مشہور ہے، اس کی لمبائی پچاس میل اور چوڑائی گیارہ میل ہے، اس کی سطح کا کل رقبہ تین سو اکیاون مربع میل ہے اور اس کی زیادہ سے زیادہ گہرائی تیرہ سو فٹ ہے۔ ۱۹۶۷ء سے پہلے اس کا نصف شمالی حصہ مکمل طور پر اردن میں تھا اور نصف جنوبی حصہ اردن اور اسرائیل کے درمیان بٹا ہوا تھا۔

۱۹۶۷ء کی جنگ کے بعد اسرائیلی فوجیں پورے مغربی ساحل پر قابض ہوگئیں۔

اس سمندر کی جغرافیائی خصوصیت یہ ہے کہ اس کا کسی بڑے سمندر سے کوئی رابطہ نہیں ہے۔ اس کے طول و عرض کے لحاظ سے اس کو جھیل کہنا زیادہ موزوں ہوگا، تاہم چونکہ اس کا پانی خالص سمندری پانی ہے بلکہ اس کی نمکیات اور کیمیاوی اجزاء عام سمندروں سے زیادہ ہیں، اس لیے اس کو "بحر" یا "بحیرہ" ہی کہا جاتا ہے۔

اس سمندر کی دوسری جغرافیائی خصوصیت یہ ہے کہ یہ عام سطح سمندر سے تیرہ سو فٹ نیچے ہے، یہاں سے قریب ترین سمندر بحر متوسط، یا بحر روم کی خلیج عقبہ ہے، لیکن بحر میت اس کی سطح سے تیرہ سو فٹ نیچے واقع ہے اور اس طرح یہ کرۂ زمین کا سب سے نچلا حصہ ہے۔ دریائے اردن اسی سمندر میں آکر گرتا ہے اور آس پاس کی پہاڑی ندیاں بھی اسی میں آکر شامل ہوتی ہیں۔ بہت سے جدید محققین کا کہنا ہے کہ بحر میت کے نام سے یہاں پہلے کسی سمندر کا وجود نہیں تھا، بعد میں یہاں سمندر بنا ہے اور یہ سمندر عذاب الٰہی کا ایک مظہر ہے، واقعہ یہ ہے کہ قوم لوط کی بداعمالیوں کی وجہ سے اس قوم پر عذاب نازل ہوا، قوم لوط کی بستیاں اسی جگہ واقع تھیں جہاں آج کل بحر میت واقع ہے اور یہ سمندر پیدا ہی اسی طرح ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب آیا، ان کی بستیاں الٹی ہوگئیں تو یہاں سمندر کا پانی نکل آیا ورنہ حضرت لوط علیہ السلام سے پہلے یہاں کوئی سمندر موجود نہیں تھا، یہی وجہ ہے کہ اس سمندر کا دوسرے بڑے سمندروں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور یہ سمندر دوسرے سمندروں سے قطعی مختلف ہے۔ یہاں تک کہ اسی کی نمکیات کی مقدار بھی اور سمندروں کی نمکیات کے مقابلے میں کافی زیادہ ہیں۔ دیگر سمندروں میں بھی نمکیات کا تناسب چار سے چھ فیصد ہوتا ہے جبکہ بحر میت میں نمکیات کا تناسب ۲۳ سے ۲۵ فیصد تک ہے، اس سمندر میں کوئی جانور زندہ نہیں رہتا اور نہ کوئی پودا اُگ سکتا ہے، دریائے اردن سے کوئی مچھلی پانی کے بھاؤ کے ساتھ آکر اگر بحر میت میں گر جائے تو وہ فوراً مر جاتی ہے، قرآن کریم کا یہ ارشاد کہ: "ہم نے اس زمین کے بلند علاقے کو زمین کا پست علاقہ بنادیا" شاید اسی طرف اشارہ کر رہا ہے اور قیامت تک کے لیے اس کو دنیا کا سب سے پست علاقہ بنادیا گیا ہے۔ اس لیے یہ جگہ بڑی عبرت کی جگہ ہے۔ تاہم عاقبت نااندیش لوگوں نے اسے سمندری تفریح گاہ بنالیا ہے اور اس کو سیاحوں کے دل لبھانے کے لیے ایک انتہائی پر رونق علاقہ بنادیا ہے اور پھر سیاحت کی ہمت افزائی نے یہاں وہ فضا پیدا کر دی ہے جو یورپ کی ساحلی تفریح گاہوں پر عام ہے، خاص طور پر مغربی سیاحوں کے ہجوم اور ان کو حکومت کی طرف سے ملی ہوئی بے روک ٹوک آزادی نے اسے بے حیائی کا ایک مرکز بنادیا ہے جو جگہ فحاشی کے خلاف ذہن سازی کے لیے عبرت کا بہترین پیغام تھی وہیں پر بے حیائی کے ایسے مظاہرے ہوتے ہیں کہ شرافت منہ چھپا کر رہ جائے۔

اردن میں اصحاب کہف کا غار بھی واقع ہے، اگرچہ ایک طویل عرصہ گزر جانے اور قرآن و حدیث سے اس کے محل وقوع کے بارے میں معلومات فراہم نہ ہونے کی وجہ سے قطعی طور پر یہ کہنا کہ اصحاب کہف کا غار کہاں واقع ہے بہت مشکل ہے، اسی لیے محققین کی آراء اس بارے میں مختلف ہیں۔ بعض محققین کا خیال ہے کہ اردن میں جو غار پایا جاتا ہے اور جس کے اندر سے انسانوں کے بعض بوسیدہ ڈھانچے بھی دریافت ہوئے ہیں یہی اصحاب کہف والا غار ہے۔

اردن میں لق و دق صحراؤں، چٹیل میدانوں اور سر بفلک پہاڑوں کے درمیان میدان موتہ بھی واقع ہے جہاں ۸ھ میں تاریخ اسلام کا عظیم معرکہ غزوۂ موتہ واقع ہوا تھا اور اس غزوہ میں یکے بعد دیگرے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامزد کردہ تین سپہ سالار لشکر شہید ہوئے تھے اور آخر میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے لشکر کی کمان سنبھالی تھی اور اس کا حق ادا کر دیا تھا، بتایا جاتا ہے میدان موتہ جہاں یہ تاریخی معرکہ برپا ہوا، تھا آج بھی اسی حالت میں باقی ہے اور اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے نامزد کردہ تینوں سپہ سالار حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ، حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ اور حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ان تینوں شہدا کے مزار میدان موتہ سے کافی فاصلے پر ایک بستی میں واقع ہیں، اس بستی کا نام غالباً انہی مزارات کی وجہ سے "مزار" مشہور ہے۔